علامہ اقبالؒ کی فارسی شاعری کا عصری شعور: پیام مشرق کے حوالے سے

ڈاکٹر واحد احمد شیخ
اسسٹنٹ پروفیسر
شعبہ فارسی، دانشکدہ سوپور
sheikhwahid186@gmail.co

کلماتِ کلیدی: عصری شعور، ڈیوائن کمیڈی، حقیقت زندگی، فلسفہ اور سیاست، عمل فقر و استغنا اور فطرت۔

تمہید: حکیم الامت اور جامع الکمالات حضرت علامہ اقبالؒ بیک وقت ایک شاعر، فلسفی، سیاست دان، نباض فطرت، صاحبِ علم، صاحب نظر، واقف اسرار مشرق، دانائے رموز مغرب بھی تھے۔ انہوں نے تمام مسلمانان ھند اور مسلمانان عالم کو زندگی کے اسرار و رموز کی اصل حقیقت اپنے کلام کے ذریعے سے روشناس کرایا۔ جن کا اصلی منبع اور سرچشمہ صرف قرآن اور حدیث ہے اور اس پر عمل پیرا ہونے کی تلقین کی ہے۔ شاعر انسانیت ہونے کے ناطے انہوں نے انسانیت کے مسائل کو حل کرنا اپنی شاعری کا مقصد بنایا ہے۔ علامہ اقبالؒ نے اپنی شاعری میں اگرچہ حافظ کا بھی بہت اثر قبول کیا تھا جس کا ثبوت ہمیں "پیام مشرق" کے حصہ سوّم "مئ باقی" اور "جاوید نامہ" کے اشعار سے بخوبی ملتا ہے۔ ۱

علامہ اقبالؒ کو پہلے ڈاکٹر شیخ محمد اقبال اور بعد میں آپ شاعرِ مشرق، علامہ، ترجمانِ حقیقت، شاعر فلسفی، دانائے راز، حکیم الامت، اور مصور پاکستان وغیرہ کے القاب سے سرفراز ہوئے۔ آپ کشمیری الاصل تھے، اور آپ کا وطن سیالکوٹ تھا مگر زندگی کا بیشتر حصہ لاہور میں بسر کیا۔ اسلئے ایرانی انہیں "لاہوری" کے نام سے یاد کرتے ہیں۔ بزم اقبال لاہور کے مطابق اقبالؒ کی تاریخ وفات ۲۹ دسمبر ۱۸۷۳ء ہے اقبالؒ اکادمی کراچی کے ارباب کو ۹ نومبر ۱۸۷۷ء پر اصرار ہے۔ ۲

علامہ اقبالؒ نے ۱۹۰۵ء تک اورینٹل کالج اور گورنمنٹ کالج لاہور میں درس و تدریس کی، عربی اور فارسی ان کے خاص مضامین تھے۔ علامہ اقبالؒ کی فارسی شاعری کا اسلوب ادبی نقوشِ کلام پر مشتمل ہے اس میں روزمرہ کا لوچ اور محاورے کا پیچ و خم نہیں ہے لیکن ادبی زبان کی لطافت اور نقوشِ کلام کی نفاستِ وافر ہے ایک طرف تشبیہ و استعارہ اور کنایہ و تلمیح کا نگار خانہ ہے تو دوسری جانب سرود و نغمہ کی سحر کاری، تمثیل اور ترنم کے یہی اوصاف شاعری کے اصل ترکیبی عناصر ہیں۔ ۳

انہوں نے اسرار و رموز، اسرار خودی اور رموز بیخودی نام کی مثنویوں کا مجموعہ لکھا ہے۔ اسرارِ خودی کا موضوع انفرادی خودی ہے اور رموزِ بیخودی کا موضوع اجتماعی (معاشرے کے کام آنا) ظاہری ہیت میں آپ نے مثنوی

Scanned with OKEN Scanner

رومیؒ، حضرت بو علی قلندرؒ کی مثنوی اور ظہور ترشیزی کے 'ساقی نامہ' کی اتباع کی ہے اور معنوی اعتبار سے جدت واتبار تماما کار فرما نظر آتا ہے۔

ہیچکس رازی کہ من گویم نگفت
ھمچو فکر من در معنی نہ سُفت
بر دریدم پردہ از راہ خودی
وانمودم سر اعجاز خودی ۴

'زبور عجم' کے آخری دو حصّے 'مثنوی گلشن راز جدید' اور مثنوی 'بندگی نامہ' پر مشتمل ہے۔ 'گلشن راز جدید'، شیخ محمد شبستری تبریزی کے مثنوی 'گلشن راز' کا جدید رنگ میں جواب ہے۔ علامہ اقبالؒ نے اس مثنوی میں (۱۷) سوالوں میں سے (۱۱) کا انتخاب کیا ہے اور انہیں (۹) سوالوں کی صورت دی اور جواب لکھا۔ یہ سوال و جواب، اسرار وحدت، سیر و سلوک، اناالحق، سیر باطنی اور دیدار ذات وغیرہ مسائل کے بارے میں اور علامہ اقبالؒ کو 'زبو عجم' کی غزلیات پر ناز تھا۔

اگر ہو ذوق تو خلوت میں پڑھ زبور عجم
فغان نیم شبی، بے نوائے راز نہیں ۵

'جاوید نامہ' سیاحت افلاک اور ضمناً صلحاء عقلائے جہان کی تعلیمات کی حامل کتاب ہے۔ اس کا آخری باب نئی نسل کیلئے پند و نصائح پر مشتمل ہے۔ آنحضرت ﷺ کے وقائع معراج کی پیروی میں کئی صوفیہ اور شعراء نے اپنے روحانی سفر نامے لکھے ہیں اور جن سے علامہ اقبالؒ کافی متاثر ہوئے جن میں عرب شاعر ابوالعلاء معری (رسالۃ الغفران) سنائی غزنوی (مثنوی سیر العباد المعاد) اور محی الدین ابن عربی، فتوحات مکّہ خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔ اطالوی شاعر، ڈنٹے کی ڈیوائن کمیڈی (Divine Comedy) سے بھی علامہ اقبالؒ متاثر ہوئے اور اس کتاب میں از اوّل تا آخر مولانا رومیؒ علامہ اقبالؒ کے راہنما ہیں۔ "ڈیوائن کمیڈی" ایک بیانیہ نظم ہے لیکن اس میں شاعر (ڈانٹے) کا کمال فن، تنا قصہ در قصہ کے حُسن بیان میں نہیں ہے جتنا بیان کو انتہائی نزاکت کے ساتھ تمثیلی لباس پہنانے میں ہے۔ اس میں بصارت، آواز، سماعت، خوش بو اور لمس کا جادو، قدم قدم پر خوف اور رحم کے جذبات، غم و غصّہ اور مسرت و شادمانی کے ساتھ اس طرح ہم آہنگ نظر آتا ہے کہ قاری اکثر اوقات اپنے آپ کو محض قاری ہی نہیں بلکہ اس تمثیلی شاہکار کا ایک جزو سمجھنے لگتا ہے اس اعتبار سے 'ڈیوائن کمیڈی' کا فن دنیا کے شعری ادب میں ایک (Three Dimensional Art) کی حیثیت رکھتا ہے۔ علامہ اقبالؒ کی طرح ڈانٹے، ملٹن اور گوئٹے تینوں فلسفی شاعر گذرے ہیں ۶ مولانا اسلم جیراجپوری

Scanned with OKEN Scanner

مرحوم کی رائے کے مطابق شاہنامہ فردوسی، مثنوی معنوی، گلستان سعدی اور دیوان حافظؔ کے بعد یہ پانچویں فارسی کتاب ہے۔

جاوید نامہ میں زیادہ تر توجہ بقائے حیاتِ انسانی کے مسئلے پر وری کی گئی ہے کتاب کے آخر میں 'خطاب بہ جاوید' اور کائنات عقل و عشق، علم و فکر، فقر و درویشی اور خودی و بیخودی کے سارے مسائل زیر بحث آئے ہیں جو فکر کے اہم اجزائے ترکیبی کی حیثیت رکھتے ہیں۔ایک معاصر ایرانی شاعر کاظم رجویؔ نے جاوید نامے کے حوالے سے علامہ اقبالؒ کی تعریف میں ایک قصیدہ میں کہا ہے۔

کرد از جاوید نامہ خود را جاودان
جاودان، مانند آری جاودان، امثال بود

مثنوی مسافر اور پس چہ باید کرد، مسافر، سفر افغانستان کی یادگار ہے۔ علامہ اقبالؔ اواخر اکتوبر اور اوائل نومبر ۱۹۳۳ء میں اعلیٰ حضرت پادشاہ افغانستان نادر خان شہید کی دعوت پر اس ملک میں تشریف لے گئے اور اس سفر کے تاثرات، اس مثنوی کے موضوعات ہیں اور مثنوی 'پس چہ باید کرد' مثنوی رومیؔ کی تلخیص جدید کہی گئی ہے۔ پانچ سو اشعار میں علامہ اقبالؔ نے دین و سیاست، حکمتِ فراعونی و کلیمی، مقامِ مردِ مومن اور نظریاتِ توحید و رسالت کی معنویت وغیرہ جیسے اہم موضوعات پر گہر افشانی فرمائی ہے۔ 'ارمغانِ حجاز' کے ابتدائی ۲ تہائی حصّے میں فارسی دو بیتیاں ہیں جن میں مناجات، آرزوے حج، عشق رسول ﷺ اور اس کے آداب نیز دیگر موضوعات پر علامہ اقبالؔکے انتہائی موثر اور رقت انگیز خیالات ملتے ہیں۔ اسکے علاوہ باقیاتِ اقبالؔ (نقش ثانی) میں اقبالؔ کا غیر مطبوعہ اردو فارسی کلام ملتا ہے۔ علامہ اقبالؔ کے بارے میں صفحہ دو صفحہ مزید لکھنا بھی تشنگی بحث کا مداوا نہیں کر سکتا۔ ے

'پیام مشرق' جرمن شاعر حیات، گوئٹے کے 'دیوان شرقی' کا جواب ہے۔ جس کے بارے میں لکھا گیا ہے کہ " یہ ایک گلدستہ عقیدت ہے جو مغرب نے مشرق کو بھیجا ہے" چونکہ 'پیام مشرق' کا محرک گوئٹے کو دیوان ہے اور اس کا مدعا اور مقصد اُن اخلاقی، ملی اور مذہبی حقائق کو پیش کرنا ہے جن کا تعلق افراد اور اقوام کی باطنی تربیت سے ہے" ۸

پیام مشرق کی غزلیات دلآویز ہیں اور دو بیتیاں (لالہ طور) باباطاہر عریان ہمدانیؒ کی فہولولیات کا نمونہ ہیں۔ علامہ اقبالؔ گوئٹے اور حافظ شیرازیؔ کے کلام سے متاثر ہوئے 'پیام مشرق' کو ایک سو سال بعد تصنیف کر کے مشرق دنیا کی طرف سے جہان مغرب کو ایک تحفہ 'قرار دیا۔ آپ کا یہ کلام دنیا بھر کے مسلمانوں کی حریت

Scanned with OKEN Scanner

فکر اور سیاسی و سماجی سربلندی کی علامت ہے۔ انہوں نے گوئٹے کو فکری مماثلت کا ذکر بڑے والہانہ انداز کیا ہے اور اس فرق کو بھی نظر انداز نہیں کیا جو انہیں اپنے (علامہ اقبالؒ) اور گوئٹے کے ماحول میں نظر آیا۔

پیر مغرب شاعرِ المانوی　　آن قتیل شیوہ ہای پہلوی

بستِ نقش شاہدان شوخ و شنگ　　داد مشرق را سلامی از فرنگ

در جو ایش گفتہ ام "پیغام مشرق"　ماہتابی بیریختم برشام مشرق ۹؎

علامہ اقبالؒ نے پیام مشرق میں مشرق اور مغرب دونوں کو عشق کا پیغام دیا ہے جس کے بغیر باطنی تربیت ناممکن ہے بلکہ وہ باطنی تربیت کا ہی دوسرا نام ہے۔ باطنی تربیت کی اہمیت اور ضرورت کا احساس اقبالؒ کو اس لئے ہوا کہ انہوں نے چار سال تک مسلسل اس مغربی تہذیب کے ہولناک نتائج اپنی آنکھوں سے دیکھے جس پر اہل یورپ کو بہت ناز تھا اور جب انہوں نے اس کے اسباب پر نظر ڈالی تو انہیں معلوم ہو گیا کہ اس تہذیب کی بنیاد، مادیت اور الحاد پر تھی۔ ۱۰؎

ڈانٹے نے سیاحتِ علوی کی ابتداء میں خبث، دغا، تشدّد، ہوس اور نفس پرستی کی علامتوں کا استعمال کیا جبکہ علامہ اقبالؒ اس کے اعتراف میں غیب و حضور، زمین کی بے نوری، غوغای حیات، عقل، عشق، ذات، صفات، صعودِ آدام، خلوت وجلوت، موجود، محمود و نامحمود، شعور خویشتن، سعور دیگری، شعور ذات، حق، معراج، مجبوری، اختیار، زمان و مکان، جان و تن، جذب و سرور وغیرہ کی طرح سوالات و مسائل کا حل تلاش کرنے کی تڑپ اُن کے اس سفر کی تحریک کا باعث ہوئی ہے۔ ہاں پہاڑ کا تصور اقبالؒ کے یہاں بھی موجود ہے جس کے پیچھے سے روح رومیؔ نمودار ہوتی ہے، اقبالؒ کی رہنمائی تمام افلاک کے سفر میں رومیؔ ہی کرتے ہیں اور اول سے آخر تک اقبالؒ پیر رومیؔ را رفیق ساز۔ کے نظرئے پر کاربند ہیں۔ ۱۱؎

علامہ اقبالؒ نے اپنے اس شاہکار کو پانچ عنوانات میں تقسیم کیا ہے پہلا حصہ 'لالۂ طور' جسمیں رباعیات اور ان میں فلسفہ کے اوق مسائل بیان کئے گئے ہیں ان میں مسائل وحدت الوجود مفصل انداز میں واضح کیا ہے۔ دوسرا حصہ 'افکار' کے نام سے شامل کتاب ہے جس میں شاعر نے خدا، انسان اور کائنات کے متعلق اپنے کلام میں بیان کیا ہے اور زندگی گذارنے کا مفصل حال بیان کیا۔ اس کتاب کا تیسرا حصہ "مئی باقی" جو غزلیات پر مشتمل ہے۔ جو کہ اس کتاب کا بہترین حصہ ہے۔ ان غزلوں میں حافظؔ اور نظیریؔ کا رنگ جھلکتا ہے، بیدل اور غالب کی سی بلندی نظر آتی ہے۔ اور مخصوصاً "فلسفہ حیات" کی تبلیغ کی ہے۔ چوتھا حصّہ "نقش فرنگ" کے نام سے شامل کتاب ہے جو اسرار حکماء مغرب کے افکار پر تنقید ہے۔ پانچویں حصّے "خُردہ" میں انہوں نے چند قطعات اور چند متفرق اشعار درج کئے ہیں۔ اس حصّے میں حکیمانہ نکات کو طریقانہ انداز میں واضح کیا ہے۔ ۱۲؎

Scanned with OKEN Scanner

علامہ اقبالؒ نے 'پیام مشرق' کے حوالے سے 'جہان عمل' کے نام سے ایک نظم لکھی جس میں علامہ اقبالؒ فرماتے ہیں کہ یہ جو دنیا ہے ایک انسان کیلئے میکدہ ہے اور ہر کوئی اپنی مدِ مقابل یہاں شراب حاصل کر سکتا ہے۔ مطلب یہ کہ اس دلکش نظم میں اس بات کی طرف اشارہ کیا گیا ہے کہ دنیا جدوجہد کی دنیا ہے یہاں اُس شخص کو سروری اور افزونیت حاصل ہو گی جو اس کیلئے محنت کرے یعنی ہر انسان اپنی جدوجہد یا محنت کے مطابق ہی کامیابی حاصل کرتا ہے۔

اور اس دنیا میں جدوجہد کرنے سے ہی فطرت کے تمام اسرار سربستہ ظاہر ہو سکتے ہیں جو اس دنیا کے مختلف مقامات میں پوشیدہ کر دئے گئے ہیں۔ یہاں تو زبانی گفتگو اور فلسفیانہ بحثوں کو عملی دنیا میں کوئی قدر و قیمت نہیں ہے صرف عمل یعنی جدوجہد کی قدر و منزلت ہوئی ہے اس نظم کے چوتھے شعر میں علامہ اقبالؒ نے لفظ نفس بر انداختن یعنی عاجز کردن یا مغلوب ساختن۔ ہم جدوجہد کے بدولت اس دنیا یعنی فطرت کی طاقتوں کو حاصل کر سکتے ہیں لیکن عمل کے سامنے ان طاقتوں کا کوئی فائدہ نہیں یعنی انسان کی جدوجہد کے سامنے قوائے فطرت کی کوئی حقیقت نہیں ہے۔ یہ بات روزِ روشن کی طرح عیاں ہے کہ موجودہ زمانے میں انسان نے اپنی جدوجہد (سائنٹفک تحقیقات) کی بدولت قوائے فطرت کو کس طرح مسخر اور مغلوب کیا (وہ محتاج تعارف نہیں ہے)۔

علامہ اقبالؒ اس بات کی طرف آگاہ کرتے ہیں کہ اے انسان اس غلط فہمی کا شکار نہ ہونا کہ اس دنیا میں جو سکون ملتا ہے ہمیشہ رہنے والا ہے یہ دنیا تو متحرک ہے تو دنیا کو کیوں ساکن (سکون والا) سمجھتا ہے۔ ساکن تو جنت ہے وہی آپ کو سکون اور راحت حاصل ہو گی اور جہاں تو اس دنیا میں آنے سے پہلے سکون کی زندگی بسر کر رہا تھا لیکن طلب کا جذبہ اُسے (یعنی آدمؑ کو) اس راحت کدہ سے باہر نکال لایا۔ دنیا میں آکر انسان نے اپنے علوم میں روح پھونک دی اور جب انسان اپنے علم کو خارج میں موجود کرنا چاہتا ہے تو اس کے اقتضأ پر عمل کرتا ہے اور جس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ علم ہی بشکل عمل جلوہ گر ہو جاتا ہے۔ اس انسانی جدوجہد کو علامہ اقبالؒ نے اپنے اشعار میں یوں جگہ دی ہے۔

هست این میکده و دعوت عام است اینجا

قسمتِ باده باندازهٔ جام است اینجا

(دنیا ایک میکدہ ہے اور دروازہ ہر پینے کیلئے کھلا ہے۔ اور ہر شخص اپنے ظرف کے مطابق شراب (کامیابی) حاصل کر سکتا ہے)

حرف آن راز که بیگانه صوراست هنوز

ازلب جام چکید است و کلام است اینجا

Scanned with OKEN Scanner

(بے شک اس دنیا میں فطرت نے بہت سے اسرار و رموز مختلف مقامات میں پوشیدہ کر دئے ہیں۔ بلکہ غور سے دیکھو تو ہر شے میں کوئی نہ کوئی راز پوشیدہ ہے)

نشه از حال بگیرند گزشته زقال

نکتهٔ فلسفه درِد ته جام است

(اس دنیا میں جو عمل کی دنیا ہے محض تجاویز یا لکچروں کی کوئی قسمت نہیں ہے۔ زبانی گفتگو کے بجائے جدوجہد کی قدرو منزلت ہوتی ہے)

ما درین ره نفس دهر بر انداخته ایم

آفتابِ سحر او لب بام است اینجا

ماکه اندر طلب ازخانه برون تاخته ایم

علم را جان دمیدم و عمل ساخته ایم ۱۳؎

'پیام مشرق' میں علامہ اقبالؒ نے خودی و بے خودی کے علاوہ عشق، عقل، جنون سخت کوشی، عمل پیہم، یقین کامل اور استغناء کا تذکرہ نظم مخمس، مسدس اور دیگر اصناف کی صورت میں کیا گیا ہے اور اس کتاب میں علامہ اقبالؒ کے افکار میں پختگی اور عظمت کا احساس ہوتا ہے اور ساتھ ہی شعریت کے اعتبار سے بھی یہ اسرار اور رموز دونوں سے کہیں بڑھ کر ہے ۱۴؎

'پیام مشرق' میں علامہ اقبالؒ کی ایک اور نظم "زندگی" کے نام سے شامل ہے جسمیں بنی نواع انسان کو زندگی اور اس کے مختلف پہلوؤں کو فلسفیانہ انداز میں سمجھایا ہے۔ علامہ اقبالؒ نے ایک عارف سے پوچھا کہ کمالِ زندگی کیا ہے یعنی زندگی کی کامیابی کس بات پر منحصر ہے؟ اُس نے جواب میں کہا کہ زندگی جس قدر جدوجہد (یا تلخی) سے معمور ہوگی۔ اسی قدر کامیاب (یانکوتر) ہوگی۔ علامہ اقبالؒ نے یہ نکتہ قرآن پاک کی اس آیت سے اخذ کیا ہے۔

"ولا تقو لوالمن يقتلُ فى سبيل الله اموات بل احيآء والكن لاتشعرون" (القرآن۔ ۲:۱۵۴)

(اور جو لوگ اللہ کی راہ میں جہاد کرتے ہوئے قتل ہو جاتے ہیں انہیں مردہ مت کہو بلکہ زندہ ہیں یعنی انہوں نے اپنی حیات کو مرتبہ کمال تک پہنچا دیا، لیکن تم اس نکتہ سے آگاہ نہیں ہو)

گفتم که کرمک است و زِگل سر بُردن زند

گفتا که شعله زاد مثال سمندر است

(میں نے کہا کہ مجھے تو حیات ایک کرمک (مٹی کا کیڑا) نہایت حقیر شے نظر آتی ہے کیونکہ اس کی اصل مٹی ہے)

پرسیدم از بلند نگاهی حیات چیست

گفتا مئی که تلخ تر او نکوتر است ۱۵؎

Scanned with OKEN Scanner

(میں نے پوچھا! کمال زندگی کیا ہے اُس نے جواب دیا کہ زندگی جس قدر شراب کی طرح تلخ (جدوجہد) ہوگی اتنی ہی کامیاب یانکوترہوگی)

علامہ اقبالؒ ایک انسان کی زندگی کے بارے میں یوں اپنے خیالات سے نوازتے ہیں کہ انسان کی فطرت میں شر (بدی) داخل ہے لیکن عارف کے خیال میں جس وقت خیر (نیکی) کے پہلو نظر انداز کر جاتے ہیں اُسی وقت شر پیدا ہوجاتا ہے۔ غرض ایک بنی نوع انسان کی زندگی سراسر خیر (نیکی) ہے لیکن جب ہم اس حقیقت سے روگردانی کرتے ہیں تو ہمارا یہ فعل شر (بدی) میں تبدیل ہوجاتا ہے۔ وہ ہماری حیات کا دوسرا نام ہے لیکن حیات باقی رہتی ہے اور نیا جسم حاصل کرکے اپنے سفر کو جاری رکھتی ہے۔ علامہ اقبالؒ کا فلسفہ یہ ہے کہ حیات کا تسلسل "سوختن ناتمام" پر موقوف ہے بہشت میں "سوختن" کا نام ونشان نہیں ہے۔

علامہ اقبالؒ اپنی تحریر میں لاتے ہیں کہ اقوام مغرب نے انسان کو ہلاک کرنے کیلئے بہت سے نئے آلات ایجاد کردئے ہیں جن کا پہلے زمانے میں کہیں نام ونشان نہ تھا اور یورپ کے لوگوں نے اپنی تمام عقل و دانش ہلاک کرنے کیلئے نئے طریقے ایجاد کرنے میں صرف کردی ہے اور ایک منٹ میں ہزاروں آدمیوں کو موت کے گھاٹ اُتار دیتے ہیں۔ علامہ موصوف انسان کو اس بات کا درس دیتے ہیں کہ کسی دوسرے انسان کے سامنے نہیں جُھکنا چاہے کیونکہ وہ انسانیت کے دائرے سے خارج ہوتا ہے اور حیوانات کے گروہ میں شمار ہوجاتا ہے۔ کہتے ہیں کہ اگر انسان اپنی حقیقت یا اپنے مجد و شرف سے آگاہ ہوجائے تو وہ کبھی کسی انسان کی غلامی نہیں کرسکتا لیکن افسوس ہے کہ وہ اپنے مقام سے بے خبر ہوکر ذلت گوارا کرلیتا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے انسان کو اشرف المخلوقات بنایا تھا لیکن اس نے اپنا شرف بادشاہوں کے قدموں پر نچھاور کردیا یعنی ملوکیت (مملوکیت) کا غلام بن گیا اور اسی لئے آج کے دور میں انسان کی کوئی قدر ومنزلت نہیں ہے۔ قرآن پاک میں ارشاد ہے "**اولیک کلا نعامہ بل ھم اصد**"

(یعنی جو لوگ حق کو نہیں سنتے ہیں اور وہی لوگ انسانوں کی غلامی کرتے ہیں)

وہ چوپایوں کی طرح ہیں بلکہ ان سے بھی زیادہ گمراہ ہے۔

آدم از بی بصری بندگی آدم کرد

گوہری داشت ولی نذر قباد و جم کرد

(انسان اپنی حقیقت یا اپنے مجد و شرف سے آگاہ ہوجائے، تو وہ بھی انسان کی غلامی نہیں کرسکتا لیکن افسوس کہ وہ اپنے مقام سے بے خبر ہے اسلئے ذلت گوارا کرلیتا ہے)

یعنی ازخوی غلامی زسگان خوارتر است

Scanned with OKEN Scanner

من ندیدم که سگی پیشِ سگی سرخم کرد

(انسان نے اپنا شرف بادشاہوں کے قدموں پر نچھاور کر دیا۔ اسی لئے آج وہ کتوں سے بر تر ہے کیونکہ میں نے آج تک کسی کتے کو نہیں دیکھا جس نے دوسرے کتوں کی غلامی اختیار کی ہو)

علامہ اقبالؔ مغربی جمہوریت کے قائل نہیں ہے انہوں نے "بانگ درا" سے لیکر "ارمغان حجاز" تک ہر کتاب میں اس طرزِ حکومت کی مذمت کی ہے 'بانگ درا' میں لکھتے ہیں۔

دیو استبداد، جمہوری قبا میں پائے کوب

تو سمجھتا ہے یہ آزادی کی ہے نیلم پری

ارمغان حجاز میں اسی بات کو یوں بیان کرتے ہیں۔

ہم نے خود شاہی کو پہنایا ہے جمہوری لباس

جب ذرا آدم ہوا ہے خود شناس و خود نگر

اسی بات کو ضرب کلیم میں یوں فرماتے ہیں

جمہوریت اک طرزِ حکومت ہے کہ جسمیں

بندوں کو گنا کرتے ہیں تولا نہیں جاتا

شاعر موصوف "پیام مشرق" کے حوالے سے اپنے زرین خیالات کو یوں اجاگر ہیں۔

متاع معنی بیگانه از دون فطرتان جوئی

زموران شوخی طبعِ سلیمانی نمی آید

یعنی تو دونِ فطرت (یعنی خود غرض اور طماع) انسانوں سے یہ توقع کرتا ہے کہ دوسروں کے حقوق کی نگہداشت یا حفاظت کر سکیں گے ؟ کہاں چیونٹی، کہاں حضرت سلیمانؑ ؟

گریز از طرز جمهوری غلام ،خته کاری سو

که از مغز دوصد خر فکر انسانی نمی آید ۱۶؎

علامہ اقبالؔ انسان کو اس بات کا مشورہ بھی دیتے ہیں (کہ جمہوریت کی غلامی کرنے کے بجائے کسی مرف پختہ کار کی غلامی کر، تاکہ تیرے حقوق کی حفاظت ہو سکے یاد رکھ! اگر دو سو گدھوں کے دماغ کو یہ جا کئے جائے، تو بھی وہ بات نہیں سوچ سکتے جو ایک انسان سوچ سکتا ہے) تہذیب کے حوالے سے علامہ اقبالؔ لکھتے ہیں کہ اگرچہ اہل یورپ زبان سے دنیا کو تہذیب اور شائستگی کا درس دیتے ہیں لیکن جنگ عظیم کی ہولناکیوں اور تباہ کاریوں کا عمل درندوں سے بدتر ہے اس جنگ میں اپنی پستی، فطرت اور خباثتِ باطنی کو آئینہ کی طرح واضح کر دیا یعنی اقوام یورپ کی روسیاہی ہر شخص کو صاف نظر آئے گی۔

Scanned with OKEN Scanner

علامہ اقبالؔ نے اس کے بارے میں یوں فرمایا۔

انسان که رُخ از غازۂ تهذیب بر فورخت
خاکِ سیاه خویش چو آئینی وا نمود

دیدم چو جنگ پردۂ ناموس او درید
جز یسفک الدما، خصیم مبین نبود ۱۷؎

(کہ انسان (اقوام یورپ) نے بظاہر اپنے چہرہ کو تہذیب کے غازہ سے دلکش بنا رکھا ہے لیکن حقیقت حال اس کے برعکس ہے)

قرآن پاک میں ارشاد ہے کہ:

" قالو اتجعل فها من یفسد فیها ویسفک الدماء "(القرآن:۲:۳۰)

(یعنی فرشتوں نے عرض کی اے خدا! کیا تو زمین میں اپنا نائب اُسے بنائے گا جو اس میں فساد برپا کر دے گا اور خون گرائے گا؟)

"خلق الانسان من نطفة فاذا ھو خصیم مبین" (القرآن، ۱۶:۴)

(اُس نے انسان کو نطفہ سے پیدا کیا۔ لیکن وہ کھلم کھلا جھگڑا کرنے والا ہے)

فلسفہ اور سیاست کے ضمن میں علامہ اقبالؔ کا تصور یہ ہے کہ فلسفی اور سیاستدان کو ایک ہی خانہ میں مت رکھو کیونکہ فلسفی کی آنکھ میں نمی ہوتی، یعنی اُس کے دل میں انسانی ہمدردی کا مادہ نہیں ہوتا ہے وہ صرف اپنی قوم کے مفاد کو مدِ نظر رکھتا ہے۔ فلسفی جوی حقیقت ہوتا ہے اس لئے کبھی کبھی "حق" اس کی زبان پر جاری ہو جاتا ہے یعنی وہ یہ کہتا ہے کہ 'خدا نہ ہوتا تو ہم نہ ہوتے' لیکن وہ اس قولِ حق پر جو دلیل مرتب کرتا ہے وہ نااستوار (کمزور، ناقص) ہوتی ہے اور اس کی وجہ یہ ہے کہ وہ عقل پر اپنی دلیل کی بنیاد رکھتا ہے اور عقل بذاتِ خود کمزور اور ناقص ہے۔

سیاستدان توجوی باطل ہوتا ہے (سیاست سراسر عیّاری اور فریب کاری کا دوسرا نام ہے) وہ ہمیشہ دھوکہ اور دفریب سے کام لیتا ہے اس کی گفتگو سراسر باطل ہوتی ہے لیکن اس کا کمالِ فن یہ ہے کہ وہ اپنی جھوٹی بات کو نہایت بجکم دلائل سے سچی ثابت کر دیتا ہے اسی کا نام فریب ہے۔ جو سیاستدان دوسروں کو جس قدر زیادہ بیوقوف بنا سکتا ہے اُسی قدر زیادہ کامیاب سمجھا جاتا ہے۔ علامہ اقبالؔ نے اس موضوعکو درجہ ذیل اشعار میں پیرویا ہے۔

فلسفی را با سیاست دان بیک میزان مسنج
چشم آن خورشید کوری دیدۂ این بی نمی
آن ترا شد قولِ را حجت نا استوار

Scanned with OKEN Scanner

وین ترا شد قولِ باطل را دیل محکمی! ۱۸؎

علاوہ ازیں علامہ اقبالؒ نے پیام مشرق کے حوالے سے "جہان عمل، حکمت فرنگ، زندگی وہ عمل، شاعر، بہشت، صحبتِ رفتگان، حکماء شعراء، تہذیب، نوائے مزدور اور آزادی بحر کے عنوانات سے نظمیں زیر تحریر لائے ہیں جن کا تعلق براہ راست آج کل کے انسان کی زندگی سے ہیں اور شاعر موصوف ایک انسان کو کامیاب زندگی گذارنے کی راہ دکھاتا ہے تاکہ بنی نواع انسان زندگی کے کسی راہ پر بھی غمگین اور لاچار نہ ہو جائے۔ اس میں انہوں وہ حقائق اور معارف بیان کئے۔

اقبالؒ اور رومیؒ: فلسفہ کے علاوہ علامہ اقبالؒ کی نظر دنیا کے فلسفیوں، شاعروں اور عالموں کے علمی ذخیروں پر بھی تھی۔ مغرب کے فلسفیوں اور اہل علم کو پڑھنے کے علاوہ مشرق کے ارباب فکر و نظر کا بھی مطالعہ کیا تھا اور وہ مولانا جلال الدین رومیؒ سے کافی متاثر ہو گئے۔ خاص کر علامہ اقبالؒکے افکار و خیالات پر مولانا رومیؒ کا گہرا اثر پڑا ہے۔ مولانا رومیؒ فقر، غیرت، فعالیت، ترقی اور تعلیمات قرآنی کا حامی تھا۔ اقبالؒ کی نظر میں اصل تصوف یہی ہے کہ رومیؒ کی طرح علامہ اقبالؒ بھی انسان کو مجبور اور بے دست و پا نہیں سمجھتے بلکہ وہ سمجھتے ہیں کہ انسان حرکت و عمل اور جدوجہد میں آزاد ہے۔ البتہ بعض مسائل میں وہ مجبور اور پابند ہے۔ علامہ اقبالؒ، مولانا رومیؒ کو 'پیر رومی' اور خود کو 'مریدِ ہندی' کہتے ہیں جیسے ایک نظم "پیر و مرشد" میں ہے۔ مولانا رومیؒ جیسے صوفی نے اقبالؒ کو نہ صرف اپنے نظریات سے متاثر کیا بلکہ فن میں بھی متاثر کیا۔ اسلئے اقبالؒ کی بیشتر مثنویوں مولانا کی پسندیدہ بحر، بحر رمل مسدس محذوف میں ہیں۔ ۱۹

نتیجہ گیری: عصر حاضر میں علامہ اقبالؒ کے تجربے اور خیالات، آپکے اسلوب کا سرچشمہ، آپکی شخصیت کا سرچشمہ اور ایک بہت بڑا سرمایہ ہے جو اس حقیقت پر مشتمل ہے کہ اقبالؒ ہماری نظروں میں ایک عظیم ہنرمند اور مفکر کی صورت میں جلوہ گر ہوئے خاص طور پر فارسی غزل میں علامہ اقبالؒ ایک ارجمند اور باعظمت شاعر ہیں۔ جنہوں نے فارسی غزل کی مردہ جسم میں ایک تازہ جان ڈال دی۔ یہ تازہ جان آپ نے بالکل ہی نئے تجربوں اور حیران کن خیالات کی راہ سے ڈالی اور یہی وجہ ہے کہ فارسی غزل گوئی کی سنت میں ہمیں مکمل انقلابی تغیر و تبدل دکھائی دیتا ہے اور زیادہ تر آپ نے فلسفہ کو جگہ دی ہے جو ان کا ذاتی نظریہ ہے۔ ۲۰

***

Scanned with OKEN Scanner

حوالہ اور حوالہ جات:

۱۔ دانش (شمارہ۔۱۸) شعبۂ فارسی دانشگاہ کشمیر، ص۔۱۶۱

۲۔ فارسی ادب کی مختصر ترین تاریخ از ڈاکٹر صدیق شبلی، چاپ بسمہ کتاب گھر دہلی،۲۰۱۱ء، ص۔۲۳۳

۳۔ چکیدہ (تاریخ ادبیات ایران) از ڈاکٹر منظر امام، کتابستان چندوارہ مظفر پور، بھار ص۔۲۶۲

۴۔ فارسی ادب کی مختصر ترین تاریخ از ڈاکٹر صدیق شبلی، چاپ بسمہ کتاب گھر دہلی،۲۰۱۱ء، ص۔۲۳۵

۵۔ ھمان مآخذ، ص۔۲۳۵

۶۔ اقبال اور مغربی مفکرین از جگن ناتھ آزاد، چاپ مکتبہ جامعیہ لمٹیڈ، نئی دہلی،۱۹۷۵ء ص۔۱۲۴

۷۔ اقبال کی فارسی شاعری از ڈاکٹر محمد امین اندرابی، اقبال انسٹی ٹیوٹ، کشمیر یونیورسٹی سرینگر، ص۔(۵۔۸)

۸۔ پیام مشرق از علامہ اقبالؒ شارح پروفیسر یوسف سلیم چشتی، چاپ نئی دہلی، ص۔۱۰

۹۔ ھمان مآخذ، ص۔۶

۱۰۔ ھمان مآخذ، ص۔۱۰۔۱۱

۱۱۔ اقبال اور مغربی مفکرین از جگن ناتھ آزاد، چاپ مکتبہ جامعیہ لمٹیڈ، نئی دہلی،۱۹۷۵ء ص۔۱۳۹

۱۲۔ اقبال کی فارسی شاعری از ڈاکٹر محمد امین اندرابی، اقبال انسٹی ٹیوٹ، کشمیر یونیورسٹی سرینگر، ص۔(۵۔۸)

۱۳۔ پیام مشرق از علامہ اقبالؒ شارح پروفیسر یوسف سلیم چشتی، چاپ اعتقاد پبلشنگ ھاوس ۱۹۹۳، ص۔۳۵۷

۱۴۔ ہندوستان میں اقبالیات (آزادی کے بعد) از پروفسر جگن ناتھ آزاد، ناشر ڈایکٹر اقبال انسٹی ٹیوٹ، کشمیر یونیورسٹی،۱۹۸۹ء، ص۔۴۷

۱۵۔ پیام مشرق از علامہ اقبالؒ شارح پروفیسر یوسف سلیم چشتی، چاپ نئی دہلی، ص۔۳۶۰

۱۶۔ اقبال کی فارسی شاعری از ڈاکٹر محمد امین اندرابی، اقبال انسٹی ٹیوٹ، کشمیر یونیورسٹی سرینگر، ص۔۷

۱۷۔ دانش (شمارہ۔۱۸) شعبۂ فارسی دانشگاہ کشمیر، ص۔۱۶۱

۱۸۔ پیام مشرق از علامہ اقبالؒ شارح پروفیسر یوسف سلیم چشتی، چاپ نئی دہلی، ص۔۵۸۴

۱۹۔ تصوف اور کشمیری تصوف از غوث سیوانی چاپ ایچ۔ ایس۔ آفسٹ پرنٹرس، دہلی، ص۔۴۶

۲۰۔ مجلّہ دانش (شمارہ نوزدہم) ص۔۸۰

Scanned with OKEN Scanner